ریاض صدیقی

سائنسی فکر کا نیا افق

فکری سطح پر ہم تین قابلِ ذکر میلانات کے اثرات دیکھ رہے ہیں۔ اولاً یورپ سے ابھرنے والا خالص مادیت پر مبنی عفریت؛ ثانیاً مشرق سے نمو پذیر ہونے والا خالص روحانی اور وجدانی فلسفۂ فکر اور آخراً اسلامی انقلاب کے زیرِ اثر فروغ پانے والا روحانی مادیت کا حقیقت پسندانہ فکری نظام۔ خالص روحانیت کے پسِ پشت عقل و خرد اور سائنس کا گزر نہیں ہے۔ چنانچہ یہ عینیت پسندانہ فکری نظام محض خیال کی پیداوار ہے۔ خوابوں کا نگر ہے۔ مرضی کا سودا ہے۔ اس موضوع پر کوئی بحث بے معنی ہوگی۔ یورپ کا تہذیبی اور معاشرتی ارتقاء اس وقت شروع ہوا جب اسلام اپنے دورِ عروج کا دائرہ پورا کر چکا تھا۔ اور تہذیب و تمدن کے ساتھ سائنس و ٹیکنالوجی کی روشنی مغرب سے مشرق تک پوری آب و تاب کے ساتھ پھیل چکی تھی۔ مغرب نے اسی روشنی میں سفر کیا۔ عربوں سے فکری نظام اور سائنس و ٹیکنالوجی حاصل کی پھر اس عظیم سرمائے کو اپنا مال سمجھ کر ترقی کی نئی راہوں پر چل پڑے۔ ہم اس وقت انحطاط و انتشار کا شکار تھے۔ ہمیں احساس نہ تھا کہ بین الاقوامی سطح پر کیا ہو رہا ہے۔ اور اب جو آنکھ کھلی تو ہماری علمی میراث انڈیا آفس لائبریری اور جرمنی کے کتب خانوں میں محفوظ ہو چکی تھی۔ ہم اس موڑ پر آگئے جہاں علومِ اسلامی پر تحقیق کے لئے بھی مغرب کی درس گاہوں سے استفادہ ناگزیر ہے۔

اٹھارہویں صدی میں یورپ نے ٹیکنیک اور سائنسی معلومات میں نئے انکشافات شروع کئے۔ ان انکشافات کا بنیادی سرچشمہ نیوٹنؔ و ڈارونؔ ہیں۔ نیوٹن نے حرکت اور تجاذب کے نئے تجربوں سے ریاضی کے بعض ضابطے متعین کئے۔ جو عام حالت میں آج بھی غلط نہیں ہیں۔ ڈارون نے ارتقائے حیات کا مستقل نظریہ متعین کیا۔ نیوٹن کے بارے میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے طبیعات کے ان سارے نظریات سے استفادہ کیا جو عربوں کے مرہونِ منت ہیں۔ تجاذب کا جدید فارمولا آج بھی وہی ہے جو عرب سائنس دانوں نے دریافت کیا تھا۔ ارتقائے حیات کے باب میں جاحظؔ اور ابن مسکویہ پہلے وہ سب کچھ لکھ گئے تھے جو ڈارونؔ کے لئے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے تھے انکشافات کا یہ سلسلہ ڈالٹنؔ کی ایٹمی دریافتوں تک آتا ہے۔

اس ساری نتائج آفریں بحث کا حاصل یہ تھا کہ سائنسی بنیادوں پر صرف اور صرف مادے کا وجود اور برتری ثابت ہوئی۔ چنانچہ مغرب میں آزاد خیال دانشوروں نے اس حقیقت کو بنیاد بنا کر فکری اور سیاسی فلسفے بنائے اور سختی کے ساتھ ان فلسفوں کو سائنسی سچائیوں کا نام دیا۔ یورپ کو مادر پدر آزاد ہونے میں جن محرکات کا فیصلہ کن رول رہا ہے وہ سائنسی انکشافات اور تثلیث کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰؑ سارے گناہ اپنی گردن پر لے گئے ہیں عیسائیت کے پاس یا پائیت کے علاوہ کچھ نہ تھا اور اس مذہبی نظام میں دنیا کی تعمیر و تشکیل کے لئے کوئی رہنما منشور بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب نے سائنس کے زیر اثر ایک خود ساختہ معاشرتی نظام متعین کیا جہاں روح اور خدا کا کوئی اساسی وجود نہ تھا۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی کی خالص مادیت پورے مغرب کا مزاج بن گئی۔ گذشتہ صدیوں کے سائنس دانوں کو یہ احساس نہ تھا کہ ان کے بنائے ہوئے قوانین و ضوابط میں کسی نقص یا کمی کا وجود بھی ہو سکتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ فلسفہ نے سائنس کے تعاون سے مادیت کے نظریئے کو حرفِ آخر تصور کر لیا۔ اس انقلاب کا بین الاقوامی دائرۂ اثر بھی کم نہ تھا۔ چنانچہ مشرق کے ترقی پذیر اور نو آزاد ملکوں نے بھی عملاً مغرب کے افکار و نظریات ہی کو اپنا شعار بنانے میں فخر محسوس کیا حتیٰ کہ ہم اہلِ اسلام بھی اس کی ضرب سے نہ بچ سکے۔ اسلامی عہد کے علوم و فنون اور سائنس و ٹیکنالوجی کی طرف ہماری نظریں اٹھیں۔ لیکن ہم نے اس کو ماضی کا افسانہ جان کر نظر انداز کر دیا۔ شاید ہمیں اس حقیقت کا علم نہ تھا کہ بیسویں صدی میں آئن اسٹائن۔ نیل بھور۔ جانیٹ اور ہائی زن برگ کے ہاتھوں وہ انقلاب بھی آنے والا ہے جو یورپ کی طبیعات اور ریاضی کے مروجہ اصولوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا۔

نیوٹن اور ڈارون ماضی کی صدائے گشت بن کر رہ جائیں گے۔ اور جدید سائنس پھر اس اساس کی گواہی دے گی جو اولاً قرآن کریم اور تعلیمات نبوی کے ذریعہ انسانیت کو عطا کی گئی تھی۔ اضافیت۔ کوانٹم۔ امکانیت اور ایٹم کے نئے انکشافات نے اس طویل بحث کو آخری حدود تک پہنچا دیا ہے۔ خود آئن اسٹائن نے وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ مادہ کائنات سے فنا ہو رہا ہے۔ کائنات ایک متناہی اور متعین ہیولا ہے مادے کے برعکس ضد مادہ (ANTIMATTER) موجود ہے بلکہ وہ کائنات بھی ہے جو ہماری کائنات سے یکسر مختلف ہے۔ جدید سائنس مادے کی روحانی اساس کا اعلان کر چکی ہے۔ آخری نتیجہ کہیں نہیں ہے ہم دعوے کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ "الف" ہے بلکہ صرف اتنا کہیں گے کہ "الف" کا امکانی وجود ہے۔ کائنات آئن اسٹائن کے نزدیک حوادث و واقعات کا پھیلا سختی سلسلہ ہے۔ ریاضی کے کلیات محض امکانی نتائج ہی کی نشان دہی کر سکتے ہیں۔ اس نے ثابت کر دیا کہ نیوٹن کے ضابطے صرف ایک متعین حد تک ہی اپنی معنویت ظاہر کر سکتے ہیں۔ ان حدود کے بعد ان کی معنویت کافور ہو جاتی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر مادہ اور انرجی کی ثنویت کا نیا ضابطہ $E = MC^2$ متعین ہو جاتا ہے اور روشنی کی رفتار

کو کائناتی انتہا کا درجہ مل جاتا ہے۔ روشنی کی رفتار وہ منتہا ہے جہاں تک رسائی عملاً ممکن ہی نہیں ہے اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ روشنی کی رفتار کے مقابل کوئی شے پہنچ سکتی ہے تو بھی وہ لمحہ ہوگا جب کائنات ایک دھماکے کے ساتھ فناہ ہو کر روئی کے گالے بن جائے گی۔ مادے کی معدومیت (ANNIHILATION) کا منطقی نتیجہ مادی کائنات کے مکمل اختتام ہوگا۔ جدید سائنس کا فیصلہ ہے کہ مستقبل میں ہم ان دیکھی توانائیوں کے سہارے زندگی گذاریں گے۔ ان توانائیوں کا ایک حصہ تو سائنسی آلات کی گرفت میں لیکن اپنی انتہا پر یہ توانائیاں آلات کے ذریعہ ہمارے محسوسات تک نہیں پہنچتی ہیں اور یہاں ریاضی کے امکانی اندازوں ہی سے کام لینا پڑتا ہے مطلق عدد صفر (ABSOLUTE ZERO) صرف حسابی اصول ہے۔ تجربہ اس کے وجود کو گرفت میں لینے سے قاصر ہے۔ بیسویں صدی کے سائنس نظام کو آئن اسٹائن نے سائنسی عینیت پسندی کا نام دیا ہے چنانچہ اس نے وجدان کے امکان کا اعادہ کیا ہے۔ اور وجدان والہام کو ذہن انسانی کا ایک عظیم تر عمل قرار دیا ہے۔ الہام ووحی تو بہت دور کے مسائل ہیں۔ ایک عام اور تفکر پسند ذہن وجدان سے بھی بہ آسانی استفادہ نہیں کر سکتا ہے۔ اس نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ تحیر آفریں سائنسی انکشافات کا نقطہ آغاز مشاہدے اور تجربے میں نہیں بلکہ وجدان میں ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر نیوٹن اور ڈارون کے سائنسی نظام کو کلاسیکی کہا جا رہا ہے کتنی عجیب بات ہے کہ ہم صدیوں اس وہم میں گرفتار رہے کہ زمین ہر شے کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ نیوٹن کے یہاں اسی حقیقت کو "g" کہا جاتا رہا ہے۔ آج یہ "g" جس کی قیمت 9.81 ہے محض ایک خواب بن گیا ہے ہم جب کائنات میں ہیں وہاں کشش ارضی جیسی کوئی شے نہیں ہے صرف مختلف لمحوں میں کائنات کی پوزیشن ہے جو حرکت کے نظام کو متعین کرتی ہے۔ کل ایٹم ناقابل تقسیم وحدت تھا آج وہ ہزار ہا اجزا میں تقسیم ہو کر لا کی منزل تک پہنچا ہے۔ ایٹم کے اندر لاتعداد ایسے ذرات ہیں جن کا وجود محض خیالی اور حسابی ہے۔ مزید یہ کہ ایٹم متضاد ذرات کا ہیولیٰ ہے۔ اگر الکٹرون ہے تو اینٹی الکٹرون کا وجود لازم ہے۔ جدید سائنس کا بھی وہ میلان ہے جس کو اسلامی انقلاب کے تحت فروغ پانے والے روحانی مادی نظریے کا میلان کہا جائے گا۔ گویا اسلام نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی اساس صحیح خطوط پر قائم کی تھی اور دنیا کو اسی طرف واپس ہونا ہے۔ مغرب کی اس سے بڑھ کر ہٹ دھرمی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اس نے فکری سطح پر کلاسیکی طبیعات کو تسلیم کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ لیکن جدید طبیعات سے وضع ہونے والی فکری نظام سے استفادہ کرنے میں بخل کا مظاہرہ کر رہی ہے اس صورت حال کے باوجود مغرب میں فکری انقلاب کی تحریک بتدریج راہ پا رہی ہے۔ جیمز جینز۔ وہائٹ ہیڈ اور دیگر اہل فلسفہ کی تعبیرات و تشریحات نے مغرب میں تصوف کی نئی روایت کو بہر حال شرف قبولیت بخشا ہے۔

ترقی پذیر آزاد اسلامی اقوام کے لئے یہ انقلاب خوش آیند ہے " لاتسبو دہر فرمان نبی است " کی حقیقت آج آشکارا ہوئی اور امام شافعیؒ کا قول کہ وقت تلوار ہے آج نئے معنی کی نشان دہی کر رہا ہے